Open Access
Al-Marjān Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

A Jurisprudential and Practical Study of the Legal Rulings, Etiquettes, and Social Impacts of Gifts and Donations in the Light of Ghuniyat al-Qārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī

غنیۃ القاری شرح صحیح البخاری کے تناظر میں تحائف اور عطیات کے شرعی احکام، آداب اور معاشرتی اثرات کا فقہی و عملی مطالعہ

Authors Details

1. Abdul Qadar (Corresponding Author)

Ph.D. Scholar, Department of Islamic Theology, Islamia College University, Peshawar, Khyber Pakhtunkhwa, Pakistan. Abdulqadirburki@gmail.com

2. Prof. Dr. Saleem ur Rehman

Professor, Department of Islamic Theology, Islamia College University, Peshawar, Khyber Pakhtunkhwa, Pakistan.

Citation

Abdul Qadar, Prof. Dr. Saleem ur Rehman " *A Jurisprudential and Practical Study of the Legal Rulings, Etiquettes, and Social Impacts of Gifts and Donations in the Light of Ghuniyat al-Qārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* "Al-Marjān Research Journal, 3,no.2, April-June (2025): 01−19.

Submission Timeline

Received: Feb 15, 2025
Revised: Feb 27, 2025
Accepted: Mar 15, 2025
Published Online: April 05, 2025,

Publication, Copyright & Licensing

Article QR

Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan.

All Rights Reserved © 2023.

This article is open access and is distributed under the terms of Creative Commons Attribution 4.0 International License

INDEX COPERNICUS INTERNATIONAL
ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE
HJRS HEC Journal Recognition System

A Jurisprudential and Practical Study of the Legal Rulings, Etiquettes, and Social Impacts of Gifts and Donations in the Light of Ghuniyat al-Qārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī

غنیۃ القاری شرح صحیح البخاری کے تناظر میں تحائف اور عطیات کے شرعی احکام، آداب اور معاشرتی اثرات کا فقہی و عملی مطالعہ

☆ عبدالقادر ☆ پروفیسر ڈاکٹر سلیم الرحمٰن

Abstract

Human beings are inherently social and emotionally connected, forming relationships that are nurtured through empathy, goodwill, and shared experiences. The emotional states of happiness and sorrow are often mutually experienced, and an individual's well-being is closely linked to the emotions of others. In a morally conscious society, individuals tend to respond to positive intentions and behaviors with similar goodwill. This reciprocal exchange fosters emotional healing, reduces negativity, and builds a more harmonious social environment. Among the various actions that reinforce these values, the exchange of gifts stands out as a powerful and meaningful practice. When done with sincerity, gift-giving symbolizes love, generosity, appreciation, and strengthens bonds of affection and social harmony. These values, although innate, can be cultivated through intentional efforts and ethical guidance. This paper explores the legal, ethical, and social dimensions of gift-giving in Islam by drawing upon Hadith literature and its scholarly interpretation in *Ghuniyat al-Qāri*, a commentary on *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*. Utilizing descriptive, comparative, and deductive research methods, the study investigates the Shariah rulings, etiquettes, and benefits of this noble act. The findings emphasize how gift-giving, guided by prophetic teachings, fosters emotional well-being and strengthens the fabric of a just and compassionate society.

Keywords: Gift-giving, Human Emotions, Islamic Jurisprudence, Hadith, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Ghuniyat al-Qāri, Social Harmony.

تعارف موضوع

ہر انسانی معاشرے کی یہ خوبی رہی ہے کہ وہ آپس میں اچھے تعلقات نہ صرف برقرار رکھنا چاہتے ہیں بلکہ مختلف طریقوں سے اس میں بہتری لانے کی بھی کوشش کرتے ہیں، اسی طرح ہر انسانی معاشرہ میں عقل مند افراد ایک دوسرے کو خوشی دلوانے کے ساتھ ساتھ خود بھی اپنے خوشیوں اور سکون میں اضافہ لانے کی جستجو میں لگے رہتے ہیں۔ کبھی ان کے درمیان اس تعلق کا بندھن رشتہ، ملک، قوم اور مذہب کے لحاظ سے ہوتا ہے تو کبھی اس سے بالاتر ہوکر اپنے درمیان تعلقات کی مظبوطی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان تعلقات کے وسائل میں سے ایک وسیلہ آپس میں تحائف، عطیات کی ادائیگی اور تبادلہ بھی ہے۔ اس عطیات کی ادائیگی اور تبادلہ اگر بہترین انداز اور طریقے سے ہو تو نہ صرف اس کے فوائد میں

☆ پی۔ایچ۔ڈی اسکالر، شعبۂ اسلامیات، اسلامیہ کالج یونیورسٹی، پشاور، خیبر پختونخوا، پاکستان۔

☆ پروفیسر، شعبۂ اسلامیات، اسلامیہ کالج یونیورسٹی، پشاور، خیبر پختونخوا، پاکستان۔

اضافہ ہو گا بلکہ وقتاً فوقتاً خوشی، راحت سکون اور انسانی معاشرے کے لئے ترقی، امن کا باعث بھی ہو گا۔ ذیل میں ان عطیات، تحائف اور ہدایا کے بہترین اسلامی اصول، ظوابط، آداب، شرعی اور فقہی قوانین ذکر کیے جاتے ہیں، تاکہ یہ اصول اور آداب بہترین رہنمائی کا سبب اور ذریعہ بنے۔ ان تحائف کے لئے کبھی عطیات، صدقات کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں تو کبھی ہدایا، انعام اور بخشش کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

تحفہ اردو کا لفظ ہے اور اس مراد ہدیہ اور انعام مراد ہے[1] جبکہ عربی زبان میں اس کو ہبہ کے لفظ سے موسوم کیا گیا ہے جیسے

الهبة بالتخفيف كالعدة مصدر وهب يهب و هي في اللغة: ايصال النفع للغير سواء كان بالمال او بغيره كابراء الدين[2]

ترجمہ: ہبہ عدہ کی طرح ہے جو کہ تخفیف کے ساتھ ہے۔ یہ وہب یہب کا مصدر ہے اور لغت میں اس سے مراد کسی غیر کو کوئی نفع پہنچانا۔ چاہے وہ مال کے ذریعے سے ہو یا پھر کسی اور چیز کے ذریعے سے ہو جیسا کہ قرض چکانا۔

وفي الشرع: هي تمليك المال بلا عوض[3]

ترجمہ: شرع میں اس سے مراد ہے کہ بغیر کسی عوض کے کسی کو مال کا مالک بنانا۔

پہلا ادب اور شرعی حکم

شیخ عبد الحق رحمہ اللہ تعالیٰ تحفہ، ھبہ اور عطیہ کے احکام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آدمی اپنے دوستوں کو اشیاء کی بطور تحفہ دینے کی ترغیب شرعی حوالہ سے دے سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنے جاننے والوں کو یہ درخواست بھی کر سکتا ہے کہ فلاں چیز مجھے بطور تحفہ دے دیں اور یہ درخواست بھی کر سکتا ہے کہ فلاں آدمی کو یہ چیز بطور عطیہ دے دو، اور ان کا یہ درخواست کرنا شرعی اعتبار سے جائز ہے۔ مولانا عبد الحق رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے اس بات پر استدلال امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس باب " **كتاب الهبة و فضلها و التحريض عليها**[4]" سے کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں "کہ جب آدمی اپنے دوستوں سے کوئی شے ہبہ کے طور پر طلب کرے۔ یہ عام ہے چاہے وہ مدد ہو یا کوئی اور منفعت ہو۔ یہ بلا کراہت جائز ہے بشر طیکہ وہ دل کی خوشی کو جان لے۔" اور اور انہوں نے استدلال کے طور پر حدیث کا یہ ٹکڑا پیش کیا "**اضربوا لي معكم سهمًا** " ترجمہ۔ اس لئے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ میرے لئے بھی اپنے ساتھ حصہ مقرر کرو۔ آپ ﷺ نے اپنے اصحاب سے ہبہ طلب فرمایا۔ مزید فرماتے ہیں".**وفيه جواز سؤال ما يتعارفه الناس و ليست فيه دناءة خصوصًا من اصحابه صلى الله عليه وسلم**" ترجمہ: اس میں اس چیز کا سوال کرنا جائز جو لوگوں میں عام متعارف ہو۔ اس میں کسی طرح کی کوئی ذلت وگھٹیا پن نہیں ہے خصوصا آپ ﷺ کے اصحاب سے

دوسرا ادب اور شرعی حکم

لوگوں میں سے بعض افراد کو بطور تخصیص تحفہ اور عطیہ دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ دوسرا ادب اور شرعی حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آدمی لوگوں میں سے بعض افراد کو تحفہ کے لئے خاص کر سکتا ہے اور شیخ صاحب نے استدلال مندرجہ ذیل عبارت سے کی ہے۔

[1] - Al-Farāhīdī, Khalīl ibn Aḥmad, *al-ʻAyn* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʻIlmiyyah, n.d.), 4:97.

[2] Al-ʻAynī, Badr al-Dīn Maḥmūd, *ʻUmdat al-Qārī* (Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, n.d.), 13:125.

[3] Ibn al-Humām, Kamāl al-Dīn Muḥammad ibn ʻAbd al-Wāḥid al-Siwāsī, *Fatḥ al-Qadīr* (Beirut: Dār al-Fikr, n.d.), 9:19.

" باب من اهدَى الى صاحبه و تحرى بعض نسائه دون بعض"اي قصدَ في اهدائه لصاحبه نوبة بعض نسائه دون بعض لمرضاة صاحبه هل هو جائز ام لا؟ و الجواب: جائز يدل عليه احاديث الباب [5]

ترجمہ: جو کوئی اپنے دوست کو ہدیہ بھیجے اس حال میں کہ جب وہ اپنی کسی بیوی کے پاس ہو، بعض کو چھوڑ کر یعنی مراد یہ ہے کہ اپنے دوست کو ہدیہ دینے میں اس کی بعض عورتوں کی بجائے، اس کی بعض عورتوں کی باری کے وقت ہدیہ بھیجنے کا ارادہ کرے، تاکہ اپنے دوست کی رضا کو حاصل کر سکے، کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جائز ہے اس پر باب کی حدیث دلالت کرتی ہے۔

تیسرا ادب اور شرعی حکم

ایک غائب آدمی کو کوئی چیز بطور ھبہ اور تحفہ دی جا سکتی ہے یا نہیں؟

شیخ صاحب فرماتے ہیں ایک غائب آدمی کو کوئی چیز بطور ھبہ اور تحفہ دی جا سکتی ہے اور شرعی لحاظ سے یہ درست اور جائز ہے۔ انہوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ کے ترجمۃ الباب سے استدلال کیا ہے اور فرمایا"**باب من رأى الهبة الغائبة جائزة** [6] ،،، **ان الهبة الغائبة جائزة** : ترجمہ: اس شخص کا بیان جو کہ کسی غائب ہبہ کو جائز قرار دیتا ہے

چوتھا ادب اور شرعی حکم

کیا تحفہ دینے والے آدمی کو کوئی چیز بطور بدلہ دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

تو مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تحفہ کا بدلہ دینا نہ صرف جائز ہے بلکہ اعلیٰ اخلاق میں سے ہے۔ البتہ اگر تحفہ کا بدلہ مشروط نہ ہو تو پھر تحفہ لینے والے آدمی پر تحفہ کا بدل دینا بھی لازم نہیں۔ اور اگر بدلہ مشروط ہو تو پھر بدلہ دینا جائز نہیں بلکہ واجب ہے۔

باب المكافاة في الهبة [7] **و هي اعطاء العوض في الهبة،،،، المكافأة في الهبة من مكارم الاخلاق و لا تلزم المكافأة على الموهوب له الا اذا شرط** ترجمہ۔ اور ہبہ کا بدلہ دینا مکارم اخلاق سے ہے۔ جس کو ہبہ کیا گیا ہو اس کے لئے اس کا بدل دینا لازم نہیں ہے الا یہ کہ جب شرط لگادی جائے۔

پانچواں ادب

کیا ایک آدمی اپنے اولاد کو بھی کوئی چیز بطور تحفہ دے سکتا ہے یا نہیں؟

شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ آدمی اپنے اولاد کو بھی کوئی چیز بطور تحفہ دے سکتا ہے جیسا کہ کہ حدیث الباب سے ثابت ہے:۔

"باب الهبة للولد في هذا العنوان رد قول من قال ان هبة الوالد لولده لا تصح لان الولد و ماله للوالد لما رواه ابن ماجه عن جابر ان رجلا قال يا رسول الله ان لي مالا و ولدًا وان ابي يريد ان يخلعمالي قال انت و مالك لابيك انتهى، فاذا كان كذلك كان كأنه وهب مال

---

5 Al-Dihlawī, ʻAbd al-Ḥaqq, *Ghuniyat al-Qārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʻIlmiyyah, n.d.), Bāb: Man Ahdá ilá Ṣāḥibihī wa Taḥarrá Baʻḍa Nisāʾihī Dūna Baʻḍ.344

6 Al-Dihlawī, ʻAbd al-Ḥaqq, *Ghuniyat al-Qārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʻIlmiyyah, n.d.), Bāb: Man Raʾá al-Hibah al-Ghāʾibah Jāʾizah.345

7 Al-Dihlawī, ʻAbd al-Ḥaqq, *Ghuniyat al-Qārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʻIlmiyyah, n.d.), Bāb: al-Mukāfaʾah fī al-Hibah.346

نفسه لنفسه، فأشار البخاري بهذا العنوان الى ان هذه الهبة تصح يدل عليه احاديث الباب و اذا اعطى بعض ولده شيئًا لم يجز حتى يعدل و يعطي الاولاد الآخرين مثله[8]

ترجمہ: بیٹے کو ہبہ کرنا: اس عنوان میں رد ہے اس کا جو کہتا ہے کہ والد کا بیٹے کو ہبہ کرنا درست نہیں ہے اس لئے کہ کہ بیٹا اور اس کا مال تو باپ کے لئے ہی ہے۔ جیسا کہ ابن ماجہ کی روایت ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس مال اور میرا اولاد بھی ہے۔ اور میرا باپ چاہتا ہے کہ وہ مجھ سے میرا مال چھین لے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اور تیرا مال دونوں تیرے باپ کے لئے ہیں۔ انتہی۔ پس جب معاملہ اس طرح کا ہے تو گویا کہ اس نے اپنا مال اپنے نفس کے لئے ہی ہبہ کر دیا۔ امام بخاریؒ کا اشارہ اس عنوان سے اس بات کی طرف ہے کہ یہ ہبہ درست ہے ہے اور اس پر باب کی احادیث دلالت کرتی ہیں۔ اور جب کوئی باپ اپنی اولاد میں سے کسی کو کوئی شے ہبہ کرے تو اس کے لئے اس وقت تک جائز نہیں کہ جب تک وہ برابری نہ کرے اور اپنے دوسری اولاد کو بھی اسی کے مثل عطا کرے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں کے نزدیک یہ جائز نہیں کہ والد کوئی چیز اپنے بیٹے کو ہبہ کریں۔ اسلئے کہ بیٹے کو ہبہ کرنا ایسا ہے کہ آدمی اپنے آپ کو ھبہ کریں۔ اور اپنے آپ کو ھبہ کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا، اسلئے یہ ھبہ بھی جائز نہیں۔ شیخ صاحب مزید لکھتے ہیں کہ بعض لوگوں کا یہ خیال غلط ہے اس لئے کہ دوسری روایات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضور ﷺ نے ھبہ دینے کے احکامات میں والد کو یہ ترغیب دی ہے کہ ھبہ میں اپنے اولاد کے درمیان مساوات کو برقرار رکھیں اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اولاد کو کوئی چیز بطور ھبہ دی جاسکتی ہے۔ اور یہ بھی لکھا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ کی بھی یہ رائے ہیں۔ اور استدلال کے طور پر یہ روایت پیش کی۔

حدثنا ابن ابي داود[9] ثنا آدم[10] ثنا ورقاء[11] عن المغيرة عن شعبة[12] قال سمعت النعمان[13] على منبرنا هذا يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم سووا بين اولادكم في العطية كما تحبون ان يتسووا بينكم في البر[14]

ترجمہ: ہمیں بیان کیا ابو داوٗد نے، ہمیں بیان کیا آدم نے ہمیں بیان کیا ورقاء نے مغیرہ سے وہ شعبہ سے کہتے ہیں کہ میں نے نعمان سے ہمارے اس منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اپنی اولاد کے درمیان عطیہ کے معاملے میں برابری کرو جس تم یہ چاہتے ہو کہ وہ نیکی میں تم سے برابری کریں۔

---

8 Al-Qazwīnī, Muḥammad ibn Yazīd, *Sunan Ibn Mājah* (Beirut: Dār al-Fikr, n.d.), 3:391, ḥadīth no. 2291.

9 Ibn Yūnus al-Miṣrī, *Tārīkh Ibn Yūnus* (Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, n.d.), 2:10; al-Dhahabī, Shams al-Dīn, *Siyar Aʻlām al-Nubalāʾ* (Beirut: Muʾassasat al-Risālah, n.d.), 13:393.

10 Ibn Saʿd, Muḥammad ibn Saʿd, *al-Ṭabaqāt al-Kubrā* (Beirut: Dār Ṣādir, n.d.), 7:490; al-Kalābādhī, Abū Bakr, *Rijāl Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, n.d.), 1:89; Bāmakhramah, *Qalādat al-Nuḥr* (Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, n.d.), 2:32.

11 Al-Kalābādhī, Abū Bakr, *Rijāl Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, n.d.), 2:765; al-Dhahabī, Shams al-Dīn, *Siyar Aʻlām al-Nubalāʾ* (Beirut: Muʾassasat al-Risālah, n.d.), 7:419.

13 Ibn Saʿd, Muḥammad ibn Saʿd, *al-Ṭabaqāt al-Kubrā* (Beirut: Dār Ṣādir, n.d.), 6:53; Bāmakhramah, *Qalādat al-Nuḥr* (Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, n.d.), 1:405.

14 Al-Ṭaḥāwī, Aḥmad ibn Muḥammad, *Sharḥ Maʿānī al-Āthār* (Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, n.d.), 4:86, ḥadīth no. 5836.

چھٹا ادب اور شرعی حکم

کیا ایک آدمی اپنے موہوبہ چیز پر رجوع کر سکتا ہے یا نہیں؟

آدمی جب ایک دفعہ کوئی چیز کسی کو بطور تحفہ دے دیں۔ تو ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے واپس وہ چیز نہ لیں، اور اگر اس تحفہ کا بدلہ وصول کیا ہو تو پھر اس تحفہ کو واپس لینا جائز بھی نہیں۔ شیخ صاحب اپنے اس قول پر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ **و روي ايضًا لا يحل لواهب ان يرجع في هبته**[15]، شیخ صاحب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر ایک آدمی نے ایک اجنبی شخص کو کوئی چیز بطور ھبہ دے دی اور اس کا ارادہ یہ تھا کہ وہ اجنبی شخص اس کا بدلہ دے گا مگر اس نے اس کا بدلہ نہ دیا تو اس وقت وہ رجوع کر سکتا ہے

عند مالك له ان يرجع في الآجنبي الذي قصد منه الثواب ولم يثبه وبه قال احمد في روایة[16]۔ اور اسی طرح مروی ہے کہ نہیں ہے جائز کسی بھی ہبہ دینے والے کے لئے کہ وہ اپنے ہبہ کو واپس لے۔ اور مالکؒ کے نزدیک ہے کہ اس کے لئے جائز ہے کہ وہ کسی اجنبی کو کئے ہوئے ہبہ کی طرف لوٹے، جس سے اس کا قصد ثواب و اجر کا حصول تھا۔

شیخ صاحب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آدمی اپنے کئے ھبہ میں رجوع کر سکتا ہے البتہ سات صورتیں ایسی ہیں جن صورتوں میں رجوع نہیں کر سکتا۔

> **"وعند ابي حنيفة واصحابه للواهب ان يرجع عن هبته[17]الا في سبعة مواضع يجمعها حروف [دمع خزقه] ماخوذة من قول الشاعر:**
>
> **[ومانع الرجوع في الهبة   يا صاحبي حروف دمع خزقه][18]**
>
> **فالدال الزيادة المتصلة كالغرس والبناء عليها وزيادة السمن، والميم موت احد المتعاقدين، والعين العوض بان قال خذه عوض هبتك او بمقابلتها او بدلها فيقبضه الواهب سقط الرجوع، والخاء خروج الهبة عن ملك الموهوب له، والزاء الزوجية، والقاف القرابة فلو وهب لذي رحم محرم منه لايرجع فيها، والهاء الهلاك.[19]"**
>
> ترجمہ: امام صاحب اور اسکے ساتھیوں کے نزدیک ھبہ میں رجوع جائز ہے سوائے سات جگہوں کے جن کو ان حروف میں جمع کر دیا گیا ہے کہ "**دمع خزقه**" یہ اس شعر سے ماخوذ ہیں کہ "اور ہبہ میں رجوع کا مانع اے میرے صاحب حروف دمع خزقۃ ہیں۔" دال سے مراد زیادت متصلہ ہے جیسا کہ غرس، اور اس پر عمارت اور جسم کی موٹائی اور پھلاہٹ۔ اور میم سے مراد دونوں عقد کرنے والوں میں سے کسی ایک کی موت ہے۔ اور عین، عوض کے لئے ہے۔ اس طرح سے اس کو کہے کہ اس کو لے لو اپنے ہبہ کے عوض یا اس کے مقابل و بدل۔ پس ہبہ کرنے والا اس کو لے لے تو رجوع ساقط ہو جاتا ہے۔ اور

---

[15] Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, *al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ* (Beirut: Dār Ṭawq al-Najāh, n.d.), 3:164.

[16] Mālik ibn Anas, *al-Mudawwanah* (Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyyah, 1994), 4:414–415; al-Qāḍī ʿAbd al-Wahhāb, *al-Ishrāf ʿalá Nuqat Masāʾil al-Khilāf* (Beirut: Dār Ibn Ḥazm, 1999), 2:677.

[17] Al-Marwazī, Isḥāq ibn Rāhwayh, *Ikhtilāf al-Fuqahāʾ* (Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyyah, n.d.), 1:577; al-Ṭaḥāwī, Aḥmad ibn Muḥammad, *Mukhtaṣar Ikhtilāf al-‘Ulamāʾ* (Beirut: Dār al-Bashāʾir al-Islāmiyyah, n.d.), 4:152; al-Marghīnānī, Burhān al-Dīn, *al-Hidāyah* (Beirut: Dār al-Ma‘rifah, n.d.), 3:225.

[18] Al-Zayla‘ī, ‘Uthmān ibn ‘Alī, *Kanz al-Daqāʾiq* (Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyyah, n.d.), 5:98.

[19] Al-Nasafī, *Kanz al-Daqāʾiq* (Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyyah, n.d.), 540–538.

خاء، سے مراد جو کو ہبہ کی گئی ہے اس کی ملکیت سے ہبہ کا نکلنا ہے۔ اور زاء سے مراد عقد نکاح وزوجیت ہے۔ اور قاف، قرابت سے ہے۔ پس اگر وہ رشتہ داروں کو ہبہ کرے جو محرم ہوں تو اس میں وہ رجوع نہ کرے گا۔ اور ہاء، ہلاک ہونے کی ہے۔

ساتواں آدب اور شرعی حکم

کیا باپ کے لئے اولاد کے درمیان عطیات میں برابری کرنا واجب ہے یا مستحب؟

شیخ صاحب نے عطیات میں برابری کے لحاظ سے شرعی حکم "کہ اولاد کے درمیان برابری کرنا واجب ہے یا مستحب،" کی وضاحت کچھ اس طرح کی ہے کہ علماء کا اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ، امام مالک امام لیث اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ برابری کرنا مستحب ہے یعنی یہاں امر للندب کے لئے ہیں۔ لہذا ان ائمہ کے نزدیک یہ بات جائز ہے کہ ھبہ میں بعض اولاد کو ترجیح دی جائے بعض پر۔ جبکہ امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس طرح کرنا مکروہ ہے۔ مزید لکھتے ہیں

"ثم اختلفوا في الامر في قوله عليه الصلاة والسلام اعدلوا بين اولادكم فعند ابي حنيفة و اصحابه و مالك و الليث و الشافعي الامر فيه للندب فيجوز عندهم للاب ان يخص بعض[20] اولاده دون بعض بالهبة ويجوزمع الكراهة عند الثوري۔"

ترجمہ: آپ ﷺ کا یہ جو حکم ہے کہ اپنی اولاد میں برابری کرو، اس بارے میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے کہ برابری سے کیا مرا ہے؟ پس ابو حنیفہؒ، ان کے اصحاب، مالک، لیث اور شافعیؒ سے ہے کہ یہ حکم ندب کے لئے ہے۔ پس ان کے نزدیک یہ والد کے لئے جائز ہے کہ وہ بعض اولاد کو ہبہ میں خاص کرے اور ثوریؒ کے نزدیک یہ کراہت سے جائز ہے۔

آٹھواں آدب اور شرعی حکم

کیا ایک آدمی اپنے اولاد کے علاوہ کسی دوسرے کو کوئی چیز ھبہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

شیخ صاحب اپنے مندرجہ ذیل عبارت سے یہ بات واضح کرنا چاہتے ہیں کہ عطیات آدمی اپنے اولاد اور رشتہ داروں کے علاوہ دوسروں کو بھی دے سکتا ہے اسی طرح دوسروں اور غیروں کے علاوہ آدمی تحائف اور عطیات اپنوں اور اولاد کو بھی دے سکتا ہے۔ اسی طرح عطیات غریبوں کے علاوہ مالداروں کو بھی اور مالداروں کی طرح غریبوں کو بھی دے سکتا ہے۔ شرعی لحاظ سے دونوں صورتیں جائز ہے۔

ومنها ان الاجماع انعقدت على جواز اعطاء الرجل لغير ولده فاذا جازَله ان يخرج جميع ولده من ماله جازَله ان يخرج عن ذلك بعضهم[21]

اور اسی طرح کے دلائل سے ایک دلیل یہ ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ کسی آدمی کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنا مال اپنی اولاد کے علاوہ کسی اور کو دے۔

نواں آدب اور شرعی حکم

کیا ایک آدمی اپنے اولاد کو اپنے مال سے محروم کر سکتا ہے کہ اپنا سارا مال کسی دوسرے کو ھبہ کریں یا نہیں؟

بعض اوقات آدمی دوسروں کو عطیات دینے میں یہ طریقہ اختیار کرتا ہے کہ اپنے اولاد کو محروم کرتا ہے یا محروم کرنے کی کوشش کرتا ہے شرعی لحاظ سے اس آدمی کا یہ فعل کیسا ہے؟ شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ چونکہ آدمی اپنے زندگی میں اپنے چیزوں کا مالک ہوتا ہے اور اس کو اپنے چیزوں میں تصرف کا اختیار ہوتا ہے تو اس لحاظ سے آدمی کا یہ فعل جائز ہے البتہ اخلاقیات کے لحاظ سے پسندیدہ فعل نہیں، اور اپنے اختیارات کا غلط استعمال ہے۔

21 Al-Nawawī, *al-Majmū‘a* (Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyyah, n.d.), 15:372.

ومنها ان الاجماع انعقدت على جواز اعطاء الرجل لغير ولده فاذا جازَ له ان يخرج جميع ولده من ماله جازَ له ان يخرج عن ذلك بعضهم[22]

اور اسی طرح کے دلائل سے ایک دلیل یہ ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ کسی آدمی کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنا مال اپنی اولاد کے علاوہ کسی اور کو دے۔

دسواں آدب اور شرعی حکم

کیا ایک آدمی اپنے مال سے بعض اولاد کو محروم کر سکتا ہے یا نہیں؟

جس طرح آدمی اولاد کے علاوہ دوسروں کو اشیاء اور زمین وغیرہ بطور عطیہ اور ھبہ دے سکتا ہے اسی طرح بعض اولاد کو بھی دے سکتا ہے البتہ جس طرح پورے اولاد کو محروم کرنا ایک قبیح اور غیر پسندیدہ عمل ہے اسی طرح بعض اولاد کو محروم کرنا بھی غیر پسندیدہ عمل ہے بلکہ اس کے بارے میں گرفت بھی ہوگی۔

ومنها ان الاجماع انعقدت على جواز اعطاء الرجل لغير ولده فاذا جازَ له ان يخرج جميع ولده من ماله جازَ له ان يخرج عن ذلك بعضهم اور اسی طرح کے دلائل سے ایک دلیل یہ ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ کسی آدمی کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنا مال اپنی اولاد کے علاوہ کسی اور کو دے۔

"ثم اختلفوا في الامر في قوله عليه الصلاة والسلام اعدلوا بين اولادكم فعند ابي حنيفة و اصحابه و مالك و الليث و الشافعي الامر فيه للندب فيجوز عندهم للاب ان يخص بعض[23] اولاده دون بعض بالهبة ويجوزمع الكراهة عند الثوري۔"

ترجمہ: آپ ﷺ کا یہ جو حکم ہے کہ اپنی اولاد میں برابری کرو، اس بارے میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے کہ برابری سے کیا مراد ہے؟ پس ابو حنیفہؒ، ان کے اصحاب، مالک، لیث اور شافعیؒ سے ہے کہ یہ حکم ندب کے لئے ہے۔ پس ان کے نزدیک یہ والد کے لئے جائز ہے کہ وہ بعض اولاد کو ہبہ میں خاص کرے اور ثوریؒ کے نزدیک یہ کراہت سے جائز ہے۔

گیارہواں آدب اور شرعی حکم

کیا ایک آدمی اپنے اولاد میں عطیات کی ادائیگی میں بیٹوں اور بیٹیوں میں برابری کرے گا یا فرق بھی جائز ہے؟

اپنی زندگی میں اولاد کے درمیان عطیات کی تقسیم کے بارے میں شرعی قانون یہ ہے کہ باپ اپنے عطیات کی ادائیگی میں بیٹوں اور بیٹیوں کے درمیان تقسیم میں انصاف کو ملحوظ رکھے گا یہاں تک کہ بیٹوں اور بیٹیوں کو برابر حصے دے گا، یہ میراث نہیں بلکہ اپنی زندگی میں عطیہ ہے اور عطیات میں برابری کا لحاظ یہاں تک رکھے گا کہ بیٹا اور بیٹی بلکل برابر ہے۔

ثم اختلفوا في صفة العدل: فقال محمد بن الحسن و احمد و اسحاق و بعض الشافعية و المالكية ان يعطي للذكر مثل حظ الانثيين ، وقال غيرهم: لا يفرق بين الذكر و الانثى ، و استدلوا بظاهر الامر و بمار رواه سعيد بن منصور و البيهقي من طريقه عن ابن عباس مرفوعًا سووا بين اولادكم في العطية فلو كنت مفضلا احدًا لفضلت النساء[24]،

---

[22] Ibn Ḥajar, *Fatḥ al-Bārī* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʻIlmiyyah, n.d.), 5:215.

[23] Al-Shāfiʻī, *Ikhtilāf al-Ḥadīth* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʻIlmiyyah, n.d.), 630.

[24] Saʻīd ibn Manṣūr, *Sunan Saʻīd ibn Manṣūr* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʻIlmiyyah, n.d.), 1:119, ḥadīth no. 293 (mursal).

پھر ان کا اختلاف عدل کی صفت کے بارے میں ہے۔ محمد بن حسن، احمد، اسحاق اور بعض شافعیہ و مالکیہ رحمہم اللہ اس طرف گئے ہیں کہ مذکر کو دو لڑکیوں کے برابر دے۔ اور ان کے علاوہ دیگر نے کہا کہ مذکر و مؤنث میں کوئی فرق نہ کیا جائے گا۔ اور ان کا استدلال ظاہری امر سے ہے اور اس روایت سے ہے جسے سعید بن منصور اور بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعا بیان کیا ہے کہ اپنی اولاد کے درمیان عطیات میں برابری کرو پس اگر میں کسی کو اس حوالے سے فضیلت دیتا تو عورتوں کو دیتا۔

بارہواں آدب اور شرعی حکم

کیا خاوند بیوی کو اور بیوی خاوند کو تحفہ عطیہ اور کوئی چیز بطور ھبہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

شیخ صاحب مندرجہ بالا مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے اس کے جواز کے قائل ہیں جیسا کہ ذیل کی عبارت سے یہ بات واضح ہوتی ہے۔

"باب هبة الرجل امرأته و المرأة لزوجها هل يجوز ام لا؟و الجواب يجوز و لذا قال ابراهيم جائزة و هو ابن زيد النخعي و لا يصح الرجوع عنها وصله الطحاوي من طريق ابي عوانة عن منصور قال قال ابراهيم اذا وهبت امرأة لزوجها او وهب الزوج لامرأته فالهبة جائزة و ليسَ لواحدٍ منهما ان يرجع في هبته [25]"

ترجمہ: مرد کا اپنی بیوی کو ہبہ کرنا اور بیوی کا اپنے شوہر کو ہبہ کرنا کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

اس کا جواب ہے کہ یہ جائز ہے۔ اور اسی لئے " قال ابراھیم جائزۃ " ابراہیم نے کہا یہ جائز ہے۔ ان سے مراد ابن زید نخعی ہیں۔ اور اس سے رجوع کرنا درست نہیں ہے۔ اسے امام طحاویؒ نے ابو عوانہ عن منصور کی سند سے بیان کیا ہے کہتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا جب کوئی عورت اپنے خاوند کو ہبہ کرے اور یا خاوند اپنی عورت کو ہبہ کرے تو یہ ہبہ جائز ہو گا۔ اور کسی ایک کے لئے بھی درست نہیں کہ وہ اس میں پھر رجوع کرے۔

تیرہواں آدب اور شرعی حکم

کیا ایک بیوی خاوند کے علاوہ دوسروں کو عطیات اور تحائف دے سکتی ہے یا نہیں؟

یہاں اس مسٔلہ میں سوال کی نوعیت دو طرح کی ہو سکتی ہیں پہلا سوال یہ کہ کیا عورت اپنی ہی مال سے خاوند کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کو عطیات دے سکتی ہے یا نہیں اور دوسرا سوال یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کیا عورت یعنی بیوی خاوند کے مال میں اس کے اجازت کے بغیر کسی دوسرے کو تحفہ اور عطیہ دے سکتی ہے یا نہیں /

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ عورت اور بیوی چونکہ اپنے مال کی مالک ہے اور وہ اپنے مال کے تصرف میں آزاد ہے لہذا اپنے مال کے تصرف میں وہ اپنے خاوند کی اجازت کی محتاج نہیں ،البتہ خاوند کے مال میں تصرف کرنے میں وہ خاوند کی اجازت کے محتاج ہوتی ہے۔البتہ عام معمول کی معمولی اشیاء کے ادائیگی میں وہ آزاد ہے

"باب هبة المراة لغير زوجها و عتقها فيما اذا كان لها زوج فهو جائز، اضافة العتق الى الضمير من قبيل اضافة المصدر الى مفعوله و لعل غرض البخاري من انعقاد هذه الترجمة الرد على مالك لانه قال لا يجوز عطاءها بغير اذن زوجها الا من ثلث مالها خاصة قياسًا على الوصية و ايضا قال الليث: لا يجوز عتق الزوجة و صدقتها الا في الشئ اليسير الذي لا بد منه من صلة الرحم و ما يتقرب به الى الله تعالى ، و ايضًا روي عن انس و طاؤس

25 Al-Ṭaḥāwī, *Sharḥ Maʿānī al-Āthār* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʻIlmiyyah, n.d.), ḥadīth no. 5831.

والحسن لا يجوز لها ان تعطي من مالها شيئًا بغير اذن زوجها [26]،

ترجمہ: عورت کا اپنے خاوند کے علاوہ کسی اور کو ہبہ کرنا، اور غلام آزاد کرنا جبکہ اس کا شوہر اس پر قائم ہو تو یہ جائز ہے، اس میں عتق کی اضافت، مصدر کی مفعول کی طرف اضافت کی طرح سے ہے۔ اور شاید کہ بخاریؒ کی غرض اس باب کے قائم کرنے سے امام مالکؒ کا رد کرنا ہو۔ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ عطیہ و تحائف اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو دے۔ البتہ اپنے مال کے تیسرے حصہ سے وہ دے سکتی ہے۔ اور یہ وصیت پر قیاس کرتے ہوئے کہا ہے۔ اور اسی طرح لیث کہتے ہیں کہ بیوی کا غلام وغیرہ کو آزاد کرنا جائز نہیں۔ اور نہ ہی صدقہ کرنا جائز ہے الا کہ تھوڑی سی چیز کا کہ جس کے بغیر صلہ رحمی ممکن نہ ہو سکے یا پھر جس کے بغیر اللہ کا قرب حاصل نہ ہو سکے۔ اور اسی طرح انس، طاؤس، اور حسن رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے مال سے کچھ بھی اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر دے۔

چودھویں آداب اور شرعی حکم

کیا عطیات اور تحائف کی ادائیگی میں رشتہ دار بہتر ہے کہ غیر رشتہ دار؟

حکم شرعی لحاظ سے عطیات اور تحائف مختلف حالات کی بناء پر مختلف ہوتا ہے کبھی رشتہ دار بہتر ہو گا تو کبھی ضرورت مند البتہ اگر دونوں ضرورت مند ہو اور محتاج ہوں تو پھر ضرورت مند رشتہ دار کو عطیہ دینا بہتر بوجہ رشتہ داری۔ شیخ صاحب نے مندرجہ ذیل تشریح سے یہی بات واضح ہوتی ہے۔

وفيه ان الصدقة على ذي الرحم افضل من العتق ويؤيده ما راواه الترمذي[27] و النسائي[28] و احمد[29] و ابن خزيمة[30] مرفوعًا الصدقة على المسكين ذى الرحم صدقة وصلة.وفي العيني: قلت ينبغي ان يكون افضلية هبة ذي الرحم من العتق اذا كان فقيرًا لامطلقًا وكيف وقد جاء في العتق انه يعتق بكل عضوٍ منه عضو منه من النار وبه تجاز العقبة يوم القيامة، ونقل عن ما لك ان الصدقة على الاقارب افضل من العتق[31] والحق ان هذا يختلف باختلاف الاحوال[32]

ترجمہ: اور نوویؒ نے کہا کہ یہ تمام روایات صحیح ہیں ان میں کوئی تعارض نہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ نبی ﷺ نے یہ تمام رشتے ہی ارشاد فرمائے ہوں۔ اور اس میں ہے آزاد کرنے سے بڑھ کر افضل کام یہ ہے کہ رشتہ داروں پر صدقہ کیا جائے۔ اور اس کی تائید ترمذی، نسائی، احمد اور ابن خزیمہ کی روایت سے ہوتی ہے جو مرفوع ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رشتہ دار مسکین پر صدقہ کرنا، صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی ہے۔ اور عینیؒ کی شرح میں ہے کہ میں کہتا ہوں ہونا تو یہ چاہئے کہ آزاد کرنے سے افضل کام کسی رشتہ دار کو ہبہ کر دینا ہے جبکہ وہ فقیر و تنگ دست ہو، نہ کہ مطلقاً۔ اور یہ بھی

---

26 Al-Ṣan'ānī, *Muṣannaf 'Abd al-Razzāq* (Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, n.d.), 9:125, ḥadīth no. 16607.

27 Al-Tirmidhī, *Sunan al-Tirmidhī* (Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, n.d.), 3:38.

28 Al-Nasā'ī, *Sunan al-Nasā'ī* (Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, n.d.), 5:92, ḥadīth no. 2582 (ṣaḥīḥ).

29 Al-Shaybānī, *Musnad Aḥmad* (Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, n.d.), 26:166, ḥadīth no. 16227 (ṣaḥīḥ li-ghayrihī).

30 Ibn Ḥağar, *Fatḥ al-Bārī* (Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, n.d.), 5:223.

31 Al-Qāḍī 'Iyāḍ, *Ikmāl al-Mu'allim* (Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, n.d.), 3:519.

32 Al-'Aynī, *'Umdat al-Qārī* (Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, n.d.), 13:153.

ثابت ہے کہ عتق میں یہ آیاہے کہ ہر عضو کے بدلے، عضو کو آگ سے آزاد کر دیاجائے گااور اس کے ذریعے قیامت کے دن انجام کار کو بدلہ دیاجائے گا۔ اور مالکؒ سے منقول ہے کہ اقارب پر صدقہ کرنا آزاد کرنے سے زیادہ افضل ہے۔ اور حق یہ ہے کہ یہ احوال کے مختلف ہونے سے حکم میں بھی مختلف ہے

پندرہواں آدب اور شرعی حکم

عطیات کی تقسیم میں طریقہ تقسیم کی لحاظ شرعی رہنمائی یہ ہے کہ ابتداًان سے کی جائے جو آپ کے زیادہ قریب ہوں مساحت کے لحاظ سے اور اگر رشتہ داری کے حوالے سے تعارض آجائے تو پھر ماموں کی رشتہ داری کو ترجیح دی جائے جیسا کہ ذیل کی عبارت اس بات کی طرف رہنمائی فراہم کرتی ہے۔

باب بمن يبدا بالهديةاي عند التعارض في الاستحقاق بعض اخوالك وفيه المطابقة للترجمة و قد مر هذا الحديث في الباب السابق و قد مر الكلام فيه قال الى اقربهما منك بابًا وجه المطابقة ظاهرة و الحديث قد مضى في كتاب الشفعة في باب اي الجوار اقرب وقد مر الكلام فيه هناك۔[33]

ترجمہ: کن سے ہدیہ وہ تحفہ کی ابتداء کرے یا کن کو ترجیح دے۔ مراد ہے کہ اگر حق داروں میں تعارض ہو تو۔"**بعض اخوالك** "اپنے بعض ماموؤں کو۔ اس میں باب کے ساتھ مطابقت پائی جاتی ہے۔ اور یہ حدیث پہلے بھی سابقہ باب میں گزر چکی ہے اور اسپر کلام بھی گزر چکا ہے۔" **قال الى اقربهما منك بابًا**" جس کا گھر کے دروازہ ان میں سے زیادہ تمہارے قریب ہے۔

سولواں آدب اور شرعی حکم

کیاعطیہ اور تحفہ ہر کسی کو دینا اور ہر کسی سی لینا جائز ہے یا اس کی کوئی شرعی حدود مقرر ہیں؟ شیخ صاحب اپنے عبارت میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جہاں عطیات غیر شرعی معاملات پر اثر انداز ہوتے ہوں یا تہمت کا سبب بنتے ہوں وہاں عطیات کی ادائیگی اور عطیات کی وصولی سے نہ صرف پرہیز بہتر ہے بلکہ بعض اوقات رشوت کے ذمرے میں آتا ہے۔ جیسا کہ ذیل کی عبارت اسی مفہوم کی نشان دہی کرتا ہے

قال اشتهى عمر بن عبد العزيز التفاح فلم يجد في بيته شيئًا يشتري به فركبنا معه فتلقاه غلمان الدير باطباق تفاح فتناول واحدة فشمها ثم رد الاطباق فقلت له في ذلك فقال لا حاجة لي فيه، فقلت لم يكن رسول الله صلى الله عليه وسلم و ابو بكر و عمر يقبلون الهدية فقال انها لأُولئك هدية و هي للعمال بعدهم رشوة[34]

ترجمہ: فرات بن مسلم کی سند سے بیان کیاہے کہتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز نے سیب کھاناپسند کیاپس ان کو ان کے گھر میں کوئی ایسی شے نہ ملی کہ جس سے وہ سیب خرید سکیں۔ پس ہم ان کے ساتھ سوار ہوئے تو ان کو باغ کے خادم ملے جو سیب کی ٹوکری اٹھائے جارہے تھے۔ پس آپ نے ان میں سے ایک اٹھایااور اس کو سونگھااور پھر رکھ دیا۔ پھر اس ٹوکری کو واپس پلٹادیا۔ میں نے ان سے اس کی بابت سوال کیاتو فرمایا کہ مجھے اس میں کوئی حاجت نہیں۔ میں نے عرض کی کیانبی ﷺ، ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہماہدیہ قبول نہ کیا کرتے تھے۔ پس اس پر انہوں نے کہا کہ یہ ان کے لئے ہدیہ ہی تھالیکن ان کے بعد والوں کے لئے یہ رشوت ہے۔

[33] Al-Bukhārī, *al-Jāmi' al-Ṣaḥīḥ* (Beirut: Dār Ṭawq al-Najāh, n.d.), 3:88, ḥadīth no. 2259.
[34] Ibn Sa'd, *al-Ṭabaqāt al-Kubrā* (Beirut: Dār Ṣādir, n.d.), 5:377.

سترواں ادب اور شرعی حکم

کیا ایک آدمی کسی کو کوئی چیز عطیہ دینے کی وعدہ کریں اور ادئیگی سے پہلے مر جائے تو شرعی لحاظ سے اس کا کیا حکم ہے ؟
شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کا حکم واضح نہیں کیا، اسلئے کہ اس مسئلے میں علماء کا اختلاف ہے۔ اکثر فقہاء کرام کا فتویٰ یہی ہے۔ کہ جب تک موھوبہ اور عطیہ کردہ چیز پر قبضہ نہ ہو جائے۔ اس کا اعتبار نہ ہو گا وہ مالک اور واہب کے قبضہ میں متصور ہو کر میراث کا حصہ بنے گا۔ جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ کی رائے اس سے مختلف ہے۔ ان کے نزدیک صرف قول سے ہی ہبہ مکمل ہو تا ہے۔ شیخ صاحب نے مندرجہ ذیل عبارت میں اس کی وضاحت کی ہے۔

"باب اذا وهب هبة او وعد ثم مات اي كل واحدٍ من الذي وهب و الذي وعد، او المعنى ثم مات الموهوب له او الموعود له قبل ان تصل الهبة اليه اي الى المذكور من الموهوب له او الموعود له، ولم يذكر الحكم ما هولمكان الاختلاف فيه: فذهب اكثر الفقهاء و التابعين و ابو حنيفة و الشافعي و احمد الى اَن الهبة لا تتم الا بالقبض، وقال احمد ان كانت الهبة عينًا تصح بدون القبض، وقال مالك: تتم الهبة بدون القبض،واحتج الجمهوربماروت عائشة رضي الله تعالى عنها ان ابا بكر الصديق نحلها جداد عشرين وسقًا الحديثَ، رواه الطحاوي، و قد ذكرناه في باب الهبة للولد و احتج في الهداية في ذلك بقوله ولنا قوله صلى الله عليه وسلم لا تجوز الهبة الا مقبوضة[35]

ترجمہ: جب کوئی شخص کوئی چیز ہبہ کرے یا وعدہ کرے اور پھر مر جائے
مراد کہ ہر ایک جو ہبہ کرے اور جو وعدہ کرے، اگر مر جائے۔ اور یا پھر معنی یہ ہے کہ پھر جس کو ہبہ کیا گیا ہے وہ مر جائے یا جس کو وعدہ دیا گیا ہے وہ مر جائے۔ "قبل ان تصل " قبل اس کے ہر ہبہ اس کو ملے۔ " اليه "مراد ہے کہ موہوب لہ، جس کو ہبہ کیا گیا ہے۔ اسکا حکم اس جگہ بیان نہیں کہا اس لئے کہ اس جگہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ اکثر فقہاء اور تابعین، ابو حنیفہؒ، شافعیؒ اور احمدؒ کا کہنا ہے کہ ہبہ قبضہ کر لینے سے ہی مکمل ہو تا ہے۔ اور احمدؒ کا کہنا ہے کہ اگر ہبہ کوئی شے ہو تو اس کو بغیر قبضہ کئے بھی درست ہے۔ اور مالک کا کہنا ہے کہ ہبہ بغیر قبضہ کے بھی درست ہے۔ اور جمہور نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے حجت پکڑی ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ساٹھ وسق کھیت کا اناج ان کو ہبہ کیا۔ الحدیث۔ اور اسے طحاوی نے بیان کیا ہے۔ اور ہم اس کو بچے کے لئے باپ کا ہبہ، کے باب میں بیان کر آئے ہیں۔ اور ہدایہ میں یہ اس پر اس قول سے حجت پکڑی ہے کہ "اور ہمارے لئے" آپ ﷺ کا قول ہے کہ ہبہ صرف مقبوضہ میں ہی جائز ہے۔

اٹھارواں ادب اور شرعی حکم

کیا ایک آدمی کسی کو کوئی چیز عطیہ کے طور پر دے دیں تو دوسرا آدمی اس پر قبضہ کر سکتا ہے یا نہیں اور اس کا قبضہ اس موہوب کا قبضہ متصور ہو گا یا نہیں؟
اس مسئلے کا حکم یہ ہے کہ اگر مہوب لہ کے حکم پر کوئی آدمی وکیل بن کر قبضہ کرے۔ تو وہ مہوب لہ کا قبضہ متصور ہو کر عقد ہبہ مکمل ہو جائے گا، اور اگر موہوب لہ نہ خود قبضہ کریں اور نہ اس کے قبول کرنے کا قول کریں اور نہ کسی کو وکیل بناء کر اس پر قبضہ کریں تو ان تینوں صورتوں میں ہبہ کا عقد مکمل نہ ہو گا۔ اسلئے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک عقد کے تکمیل کے لئے ایجاب و قبول کے علاوہ قبضہ بھی شرط ہے۔

[35] Al-Marghīnānī, Burhān al-Dīn, *al-Hidāyah* (Beirut: Dār al-Ma‘rifah, n.d.), 3:222.

اس مسئلے کے تحت یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ ہبہ اور عطیہ کی تکمیل کے لئے قبلت یعنی جس کو کوئی چیز ہبہ ہوئی ہو۔ اس کا قبول کرنے کا قول ضروری ہے کہ نہیں، تو بعض کے نزیک تو قبول کرنے کا قول ضروری ہے اسلئے کہ یہ بیع کی طرح ہے جو ایجاب اور قبول کرنے کے بغیر پورا نہیں ہوتا، جبکہ ابن بطال کے نزدیک ہبہ شدہ آدمی کی قبول کرنے کا قول اور قبلت کہنے کے بغیر بھی ہبہ مکمل ہو جاتا ہے۔ شیخ صاحب نے اس مسئلے کی وضاحت مندرجہ ذیل عبارت میں کی ہے۔

"باب اذا وهب هبة فقبضها الآخر' اي الموهوب له ولم يقل قبلت ولم يُبين جواب اذا لمكان الاختلاف فيه: فمذهب ابي حنيفة الهمام لا تتم الهبة الا بالايجاب و القبول و القبض لانه عقد تبرع فيتم بالمتبرع، قال ابن بطال: لا يحتاج القابض ان يقول قبلت وهو قد قبضها قال وعلى هذا جماعة من العلماء ، و مذهب الشافعي لا بد من الايجاب و القبول كما في البيع و سائر التمليكات[36]

ترجمہ: جب کوئی ہبہ کرے اور دوسرا شخص اس کو قبضے میں کرے یعنی کہ جس کو ہبہ کیا گیا ہے۔ **"ولم يقل قبلت"** اور یہ نہ کہے کہ میں نے قبول کیا۔ اس کا جواب واضح نہیں کیا اس لئے کہ اس بارے میں اہل علم کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ جلیل القدر امام ابو حنیفہؒ کا قول و مذہب ہے کہ بغیر ایجاب و قبول اور قبضے کے ہبہ مکمل نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ یہ بھی ایک عقد ہے جو بغیر کسی معاوضے کے دینے پر مشتمل ہے اور یہ پس پس ی اس کے ساتھ ہی مکمل ہوتا ہے جس کو دیا جائے۔ اور ابن بطال کا کہنا ہے کہ قبضہ کرنے والے کی ضرورت نہیں کہ وہ یوں کہ کہے کہ میں نے قبول کر لیا۔ اس نے اس پر قبضہ کر لیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اور اسی پر علماء کی ایک جماعت قائم ہے۔ جبکہ امام شافعیؒ کا مذہب ہے کہ ایجاب و قبول اسی طرح لازم ہے جس طرح کہ بیوع میں اور تمام مملوکہ چیزوں میں ضروری ہے

انیسواں ادب اور شرعی حکم

کیا ایک آدمی پوری جماعت کو کوئی چیز ہبہ کر سکتا ہے یعنی عطیہ کے طور پر دے سکتا کہ نہیں؟ شیخ صاحب نے اس مسئلے تفصیل سے بیان کیا ہے کہ اگر وہ عطیہ شدہ چیز تقسیم کے قابل ہو تو پھر جائز ہے کہ ایک قابل تقسیم چیز پوری جماعت کو بطور عطیہ دیا جائے اور اگر وہ عطیہ شدہ چیز تقسیم، تمیز اور علیحدہ طور پر قبضہ کرنے کے قابل نہ ہو بلکہ مجہول ہو اور مجہول بھی مفضی الٰی نزاع ہو۔ تو ایسی چیز کا ہبہ درست نہیں

"بابُ هبة الواحد الجماعة وهي هبة المشاع ولم يبين حكمه لأنه يعلم من الاثر والحديث الجواز او لأنه مما اختلف فيه فاختار طريق الورع فيه ليحتاله الى راي المجتهد: فعند الجمهور هبة المشاع صحيحة مطلقًا، وعند ابي حنيفة اذا كانت مما لا تقسم فصحيحة وان كانت مما تقسم فغير صحيحة لأنه لا بد عنده في الهبة من القبض و الشيوع مانع منه، و الشيوع المانع منه وقت القبض لا وقت العقد فلو وهب مشاعًا و قسمه قبل التسليم و قبضه غير مشاع فهي جائزة [37]

ترجمہ: ایک شخص کا کسی جماعت کو ہبہ کرنے کا بیان: اس سے مراد وہ ہبہ جو غیر منقول ہو۔ اس کا حکم بیان نہیں کیا اس لئے کہ اثر و حدیث سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ اور اس لئے بھی کہ اس میں اہل کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ میں اس بارے میں ورع کے طریق کو اختیار کرتا ہوں تاکہ مجتہد کی رائے کے مطابق اس مسئلہ کو حل کیا جائے۔ پس جمہور کے نزدیک ہبہ مشاع جو غیر منقول ہو، درست و جائز ہے۔ اور ابو حنیفہؒ کے نزدیک جب یہ اس شے سے ہو کہ جسے تقسیم نہ کیا جا سکتا ہو تو یہ

---

[36] Ibn Baṭṭāl, *Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, n.d.), 7:118.

[37] Al-Jaṣṣāṣ, *Sharḥ Mukhtaṣar al-Ṭaḥāwī* (Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, n.d.), 4:39.

پھر تو یہ جائز و درست ہے اور اگر یہ تقسیم ہو سکتا ہو تو پھر یہ ناجائز ہے۔ اس لئے کہ ضروری ہے کہ ہبہ کو قبضہ میں کیا جائے اور شیوع اس سے مانع ہے۔ اور شیوع مانع وہی ہے جو قبضہ کے وقت ہو نہ کہ عقد کے وقت۔ اگر وہ کسی غیر منقول شے کو ہبہ کرے اور اسکو تسلیم سے پہلے تقسیم کر دے اور بغیر نقل کئے اس کو قبضہ میں کر لے تو یہ ہبہ جائز ہو گا۔

بیسواں ادب اور شرعی حکم:

اگر کسی کو کوئی چیز بطور ہبہ اور عطیہ ملے تو کیا اس کے قریب اس وقت جو لوگ بیٹھے ہوئے ہوں تو ان لوگوں کا اس ہبہ شدہ چیز میں کوئی حق ہو تا کہ نہیں؟

شیخ صاحب نے اس مسئلے کی وضاحت کچھ اس طرح کی ہے کہ اگر ہبہ شدہ چیز معمولی ہو اور خوراک والی اشیاء ہو اور مزید یہ کہ ان مجلس والوں کا قصد بھی کیا گیا ہو تو حدیث کی رو سے وہ مجلس والے اس ہبہ شدہ چیز کے حق دار بھی ہیں ور وہ اس میں شریک بھی ہیں۔ لیکن اگر وہ مال زیادہ ہو اور گھر وغیرہ ہو اور صرف موہوب لہ کے لئے ہو تو پھر صرف وہ اس موہوبہ چیز کا حق دار ہے۔ اور اس میں کوئی اور آدمی شریک نہیں ہو گا۔ اس دونوں لحاظ سے یہ حکم وجوب کے لئے ہو گا اور اگر اس کے علاوہ صورت ہو تو پھر ہبہ میں شرکت کا حکم بطور استحباب ہو گا نہ کہ بطور وجوب ہو گا۔ اور شیخ صاحب نے اس مسئلے کو مندرجہ ذیل عبارت سے مستنبط کی ہے

"بابُ من اهديَ له هدية وعنده جلساؤُه فهو احق ، قوله أُهديَ على صيغة المجهول، و قوله وعنده جلساؤه جملة حالية، و قوله فهو احق به جواب من ولما يرد علي ترجمته ان ابن عباس قال خلاف هذا لما اخرج البيهقي حدثنا مندل بن علي عن ابن جريج عن عمرو بن دينار عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من أُهديت له هدية وعنده ناس فهم شركاءُه فيها، و روي مرفوعًا و موقوفًا اشار البخاري اولا الى ضعفه بقوله و يذكر على صيغة المجهول و هي صيغة التمريض ثم صرح ثانيا الى عدم صحته بقوله ولم يصح و المعنى ولم يصح هذا عن ابن عباس، اولم يصح في هذا الباب شئ، وقال ابن بطال: معنى الحديث الندب عند العلماء فيما خف من الهدايا و جرت العادة فيه، و اما مثل الدور و المال الكثير فصاحبها احق بها، ثم ذكر حكاية ابي يوسف القاضي ان الرشيد اهدَى له مالا كثيرًا و هو جالس مع اصحابه فقيل له قال رسول الله صلى الله عليه وسلم جلساءُكم شركاءُكم، فقال ابو يوسف انه لم يرد في مثله، و انما ورد فيما خف من الهدايا من الماكل و المشرب[38]۔

ترجمہ: جب کوئی شخص کوئی شے ہدیہ کے طور پر دیا جائے اور اس کے ساتھ اس کے ہم نشین بھی ہوں تو وہی زیادہ حقدار ہے

اہدی، کا صیغہ مجہول کے ساتھ ہے۔ اور یہ کہنا ہے کہ اس کے ساتھ اس کے ساتھی بھی بیٹھے ہوں، یہ جملہ حالیہ ہے۔ اور یہ کہنا کہ وہ اس کا زیادہ حقدار ہے یہ من کا جواب ہے۔ اور جس سے ان کے باب کا رد ہوتا ہے اس میں سے ایک روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے جو اس کے خلاف ہے، جسے بیہقیؒ نے بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ہمیں بیان کیا مندل بن علی نے وہ ابن جریج سے وہ عمرو بن دینار سے وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جس کو کوئی ہدیہ دیا جائے اور اس کے پاس کچھ لوگ بھی موجود ہوں تو وہ سب اس میں شریک ہوں گے۔

[38] Ibn Baṭṭāl, *Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʻIlmiyyah, n.d.), 7:125.

اکیسواں ادب اور شرعی حکم

کیا مشرکین سے کوئی چیز بطور تحفہ اور عطیہ قبول کی جا سکتی ہے یا نہیں؟

مشرکین سے ہدایا اور عطیات قبول کرنے میں بھی تفصیل ہے۔ اور حضور ﷺ کا عمل بھی مختلف مواقع میں مختلف منقول ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے تو حضور ﷺ کو ہدایا قبول کرنے کی اجازت تھی اس لئے حضور ﷺ نے مشرکین سے ہدایا قبول کئے اور بعد میں جواز اور عطیات قبول کرنے کا حکم منسوخ ہوا۔ اسلئے پھر حضور ﷺ نے مشرکین سے تحائف اور ہدایا قبول نہیں کئے۔

"باب قبول الهدية من المشركين ، ولما روى ابوداود و الترمذي و غيرهما عن عياض بن حمار قال اهديت النبي صلى الله عليه وسلم ناقة فقال اسلمت قلت لا قال اني نهيت عن زبد المشركين، وقال الترمذي هذا حديث صحيح، و المراد من زبدهم عطاياهم و هداياهم، اشارَ البخاري بهذه الترجمة الى ان حديث النهي منسوخ لأنه عليه الصلاة والسلام قبل هدايا غيرواحد من المشركين يدل عليه احاديث الباب و غيره،[39]

ترجمہ: **باب مشرکین سے تحائف قبول کرنے کے بارے میں:** وہ روایت جو ابو داود اور ترمذی وغیرہ نے عیاض بن حمار سے روایت کی ہے، اس میں فرماتے ہیں کہ میں نے ایک اونٹنی حضور ﷺ کو عطیہ کی اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کی کیا آپ اسلام لے آئے میں نے کہا کہ نہیں، اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے مشرکین کے عطیات اور ھدایا قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے، امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا زبد سے مراد عطیات اور تحائف ہیں، امام بخاری نے اس ترجمہ سے اشارہ اس طرف کیا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے، اسلئے کہ بعد میں حضور ﷺ نے بہت سے مشرکین سے تحائف قبول کیے ہیں، جس پر اس باب کے احادیث دلالت کرتے ہیں، خطابی بھی کہتے ہیں کہ یہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ حضور ﷺ نے مشرکین سے ھدایا قبول کیے ہیں، جیسے مقوقس نے حضور ﷺ کو ماریہ قبطیہ اور خچر کو بطور تحفہ دیا تھا، اسی طرح اکیدر دومۃ نے بھی حضور ﷺ کو عطیہ دیا تھا،

بائیسواں ادب اور شرعی حکم:

کیا مشرک اور کافر کو کوئی چیز بطور تحفہ اور عطیہ کی دی جا سکتی ہے یا نہیں؟

شرعی لحاظ سے بھی اس مسئلے کی کئی صورتیں ہیں۔ کسی مشرک کو اس کی خاص مذہبی پروگرام کے موقع پر اس کی مذہبی تائید کے حوالے سے کوئی چیز نہیں دی جا سکتی ہے البتہ اگر غریب، مجبور مشرک اور کافر ہو اور اسلام کی ترغیب اور نرمی پیدا کرنے کی غرض سے ہو تو پھر اس کت جواز میں کوئی شبہ نہیں اور اگر انسانی ہمدردی کی بناء پر ہو تو بھی جائز ہے، اور اگر رشتہ داری کی بناء پر ہو تو بھی جائز ہے،

شیخ صاحب نے مندرجہ بالا حکم مندرجہ ذیل آیات سے استنباط کی ہے جیسا کہ فرمایا

"باب الهدية للمشركين ٬ و حكمه الجواز لذي رحم و قول الله تعالى في سورة الممتحنة لا ينهاكم الله عن الاحسان الى الكفرة عن الذين لم يقاتلوكم في الدين قال ابن كثير كالنساء و الضعفة منهم ولم يخرجوكم من دياركم ان تبروهم اي ان تحسنوا اليهم و تصلوهم وتقسطوا اليهم الاقساط ازالة القسط و هو الجور اي تعدلوا معهم بوفاء عهدهم ان الله يُحب المقسطين اي يثيب العادلين،والمراد من ذكر الآية بيان من يجوزله الهدية من المشركين و من لا يجوز و ليس حكم الهدية على الاطلاق، قيل نزلت الآية في فتيلة (قتيلة)

[39] Al-Sajistānī, *Sunan Abī Dāwūd* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʻIlmiyyah, n.d.), 4:662, ḥadīth no. 3057 (ṣaḥīḥ).

امرأة ابي بكر رضي الله عنه و كان قد طلقها في الجاهلية فقدمت على ابنتهااسماء بنت ابي بكر فأهدت لها قرظًا و زبيبًا و سمنًا و اشياء فكرهت قبولها حتى ذكرته لرسول الله صلى الله عليه وسلم فنزلت كذا قاله الطبري،وقيل نزلت في مشركي مكة ولم يخرجوهم من ديارهم قال قتادة ثم نسخ،ولايجوز الاهداء للمشركين الا للأبوين ۔[40]

ترجمہ: مشرکین کو ہدیہ دینا اور اس کا حکم جواز کا ہے۔ "لذي رحم و قول الله تعالى" ذی رحم کے لئے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ سورہ الممتحنہ میں۔ "لا ينهاكم الله " اللہ تمہیں اہل کفر کے ساتھ احسان کرنے سے منع نہیں کرتا۔ "عن الذين لم يقاتلوكم في الدين" ان کفار کے ساتھ جو تم سے لڑتے نہیں ہیں دین کے بارے میں ۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اس سے مراد ان کی عورتیں اور ان کے کمزور و ضعیف لوگ ہیں۔ "ولم يخرجوكم من دياركم ان تبروهم " جنہوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نکالا، یہ تم ان سے نیکی کرو۔ مراد ہے کہ تم ان کے ساتھ احسان کرو اور صلہ رحمی کرو۔ "و تقسطوا اليهم " اور تم ان کے ساتھ انصاف وعدل سے کام لو۔ اقساط سے مراد ظلم کو دور کرنا ہے مراد ہے کہ ان کے ساتھ کیا گیا عہد و پیمان کو پورا کر کے انصاف کرو۔ "ان الله يُحب المقسطين" بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ مراد ہے کہ عدل کرنے والوں کو اللہ جزا و اجر عطا فرمائیں گے۔ اور مراد اس سے آیت سے یہ واضح کرنا ہے کہ کن مشرکین کو ہدیہ دینا جائز ہے اور کن کو نہیں۔ اس لئے مطلق طور پر ہدیہ کا حکم نہیں ہے۔ یہ آیت **قتیلہ** کے متعلق نازل ہوئی جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ ان کو انہوں نے دور جاہلیت میں طلاق دیدی تھی۔ یہ اپنی بیٹی اسماء بنت ابی بکر کے پاس آئیں۔ اور انہوں نے ان کو ہدیہ میں کچھ گوہ، کچھ خشک انگور اور کچھ گھی تھا۔ اور اس کے علاوہ کچھ اور چیزیں تھیں۔ پس انہوں نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا حتیٰ کہ میں نے اس کا ذکر اللہ کے رسول ﷺ سے کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اسی طرح طبری نے کہا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہ مکہ کے مشرکین کے متعلق نازل ہوئی جنہوں نے مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکالا نہ تھا۔ قتادہ کہتے ہیں کہ پھر یہ منسوخ ہو گئی۔ والدین کے علاوہ کسی بھی مشرک کو کوئی ہدیہ دینا جائز نہیں ہے۔

تئیسواں ادب اور شرعی حکم

کیا آدمی اپنی ہبہ شدہ چیز کی واپسی کر سکتا ہے یا نہیں؟

اس مسلئے کی بھی کئی صورتیں ہیں اور ہر صورت کا شرعی حکم بھی علیحدہ ہے ،پہلی صورت یہ کی اگر ایک آدمی نے دوسرے کو کوئی چیز مشروط طور پر ہبہ کی ہو اور شرط پوری نہ ہو یا وہ بدل اس واہب کو نہ ملے تو واہب اس موہوبہ چیز کے واپسی کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ دوسری سورت یہ ہے کہ ایک آدمی نے ایک چیز دوسرے کو رضائے الہٰی اور اخروی ثواب اور احسان کے طور پر کوئی چیز عطیہ کے طور پر دی ہو تو اس صورت میں اپنے موہوبہ چیز کی واپسی کا مطالبہ اخلاقی لحاظ سے نہ صرف ناپسندیدہ ہے بلکہ احادیث کی روشنی میں لایحل کے تحت آکر مکرہ تحریمی کے تحت داخل ہو گی۔ اور اگر آدمی نے اپنے موہوبہ چیز کا بدلہ لیا ہو اور پھر اپنی عطیہ کردہ چیز کی واپسی کا مطالبہ کرتا ہو تو ایسی صورت میں اس کا مطالبہ نہ صرف ناپسندیدہ ہے بلکہ ناجائز بھی ہے

باب لا يحل لاحد ان يرجع في هبته و صدقته ، كليته منقوضة بهبة الوالد لولده مع انه يرى رجوع الوالد في هبته لولده علا ان حديث العائد في هبته كالعائد في قيئه من قبيل التشبيه فلا يدل على التحريم، قوله (كالعائد في قيئه) اي كالكلب العائد في قيئه لان

[40] Al-Ṭabarī, *Tafsīr al-Ṭabarī* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʻIlmiyyah, n.d.), 7:541.

العائد صفة لا بد له من موصوف مقدر و قد بين في حديثه للنص بعده بلفظ كالكلب يرجع في قيئه ۔

ترجمہ: **کسی ایک کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے ہبہ یا صدقہ میں رجوع کرے یا اس کو واپس لے**، یہ قاعدہ وکلیہ اس وقت ٹوٹ جائے گا جب کہ والد اپنی اولاد کو ہبہ کرے اس لئے کہ والد کا اپنی اولاد کو دئے ہوئے ہبہ میں رجوع کرنا جائز ہے۔ اس بنیاد پر کہ جس حدیث میں یہ کہا گیا ہے کہ اپنے ہبہ میں لوٹنے والا اس طرح سے کہ جیسے کوئی قے کر کے پھر اس کو چاٹے، یہ تشبیہ کی قبیل سے ہے جو کہ حرمت پر دلالت نہیں کرتی۔ **"كالعائد في قيئه"** اپنی قے ی طرف لوٹنے والا۔ مراد ایسا کتا ہے جو اپنی قے کی طرف لوٹے۔ اس لئے کہ عائد ایک صفت ہے جس کے لئے موصوف مقدر کا ہونا لازمی ہے اور نص و دلیل کے ساتھ اپنی حدیث میں واضح کر دیا کہ وہ کتا ہے جو اپنی قے میں لوٹتا ہے اور اس کو چاٹتا ہے۔

چوبیسواں ادب اور شرعی حکم

کیا اس عطیات کا دنیاوی فائدہ بھی ہے یا صرف اخروی فوائد ہونگے؟

شیخ صاحب نے اس مسئلے کی وضاحت میں احدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ عطیات کی ادائیگی سے رزق میں نہ صرف وسعت آئیگی بلکہ روزانہ فرشتوں اس عطیہ دینے والے کے لئے مسلسل رزق کی وسعت کی دعائیں کرتا ہے، بلکہ عدم ادائیگی پر رزق کی تنگی کی بددعا بھی کرتا ہے ،اسلئے ادمی کو روزانہ معمول بنا کر عطیات اور ہدایا دینا چاہیے۔ شیخ صاحب نے اپنے اس مسلئے کی استدلال مندرجہ ذیل احادیث مبارکہ سے کی ہے۔

وفي الحديث عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الله تعالى انفق يا ابن آدم أُنفق عليك رواه البخاري و مسلم[41]، وعنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من يومٍ يصبح العبادُ فيه الا ملكان ينزلان فيقول احدهما اللهم اعط منفقًا خلفًا و يقول الآخر اللهم اعط ممسكا تلفًا، رواه البخاري و مسلم[42]،

ترجمہ: اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے ابن آدم خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا۔ بخاریؒ اور مسلمؒ نے اس کو بیان کیا۔ اور انہیں سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ ہر صبح دو فرشتے اترتے ہیں جن میں سے ایک کہتا ہے کہ اے اللہ خرچ کرنے والا اس کا بدل عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ جو روکے اس کا مال تلف فرما۔ اسے بھی بخاری اور مسلم نے بیان کیا ہے۔ پس خرچ کرنا رزق میں زیادتی کا باعث ہے اور روکنا رزق کے منقطع ہونے کا سبب ہے

پچیسواں ادب اور شرعی حکم

کسی کی ہدایا اور تحائف کو معمولی اور حقیر نہیں سمجھنا چاہیے، بلکہ اس کو اور اسکی عطیات کو عزت کے ساتھ قبول کرنا چاہیے۔ شیخ صاحب نے اس مسئلے کو ان الفاظ میں بیان فرمایا" **تھوڑے سے ہبہ کا بیان:** اس کا حکم بیان نہیں کیا اس لئے کہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے۔ اور اس کا حکم یہ ہے کہ جس کو ہدیہ کیا گیا وہ اس کو تھوڑا جان کر رد نہ کرے۔"

---

[41] Al-Bukhārī, *al-Jāmi‘ al-Ṣaḥīḥ* (Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyyah, n.d.), 7:62, ḥadīth no. 5352.

[42] Al-Qushayrī, *al-Ṣaḥīḥ al-Jāmi‘* (Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyyah, n.d.), 2:690, ḥadīth no. 993.

چھبیسواں ادب اور شرعی حکم

کیا ایک آدمی مقروض کو اپنا قرض ہبہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ قرض خواہ اپنے قرضے کو مقروض کو ہبہ کر سکتا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ قرض خواہ مقروض کو اس قرض سے بری کرتا ہے جیسا کہ بخاری کی اس عبرت سے واضح ہوتا ہے

باب اذا وهب دينا على رجل قال شعبة عن الحكم هو جائز[43]اعلم ان تمليك الدين ممن عليه الدين لا خلاف في صحته

ترجمہ: جب کوئی شخص اپنا قرضہ کسی کو ہبہ کر دے، شعبہ حکم سے بیان کرتے ہیں کہ یہ جائز ہے، جان لیں کہ کسی کو قرض کا مالک بنانا، جس پر قرض ہو، اس کی صحت میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ستائیسواں ادب اور شرعی حکم

کیا ایک آدمی اپنے کسی قرضے کو مقروض کے علاوہ کسی اور شخص کو وہ قرضہ ہبہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ آدمی اپنے قرضے کو مقروض کے علاوہ کسی اور ہبہ نہیں کر سکتا

و اما تمليكه من غير من عليه الدين فلا يجوز عند اصحابنا الحنفية و الشافعي[44] لاَنه غير قادر على تسليمه و القبض شرط عندهم، و اما تمليكه ممن عليه الدين فهو ابراء و اسقاط لا حاجة فيه الى قبض جديد فهو جائز، و اما عند مالك فتمليكه الى غير من عليه جائز اذا سلم اليه الوثيقة بالدين وجعله محل نفسه واشهد عليه واعلن بذالك وعند ابي ثور اذا تقاررا على ذلك فهي جائزة اشهدا اولم يشهدا على ذلك[45] و اختلف الشافعية في ذلك فعند الماوردي و الغزالي غير جائزة، وعند العمراني صحيحة، قيل الخلاف في الهبة مرتب على بيع الدين من غير من عليه الدين[46]

ترجمہ: اور رہا کسی دوسرے کو مالک بنانا کہ جس پر قرض نہیں ہے تو وہ ہمارے اصحاب احناف اور شافعیہ کے نزدیک درست نہیں ہے اس لئے کہ وہ اس کو تسلیم کرنے پر قادر نہیں ہے اور ان کے نزدیک قبضہ کرنا شرط ہے۔ اور جس پر قرض ہے اس کو مالک بنانا اصل میں قرض سے بری کرنا ہے اور ساقط کرنا ہے اس میں جدید قبضے کی حاجت نہیں ہے پس یہ جائز ہے۔ اور مالکؒ کے نزدیک پس اس کا کسی غیر کو مالک بنانا کہ جس پر قرض نہیں ہے اس صورت میں جائز ہے جب کہ وہ اس کی طرف اس کا وثیقہ قرض پہنچا دے۔ اور خود کو اس پر گواہ بنائے اور اس کا اعلان کرے۔ اور ابو ثور کے نزدیک جب وہ دونوں اس کا اقرار کر لیں تو یہ جائز ہے چاہے وہ اس پر گواہ کرے یا نہ کرے۔ اس بارے میں شافعیہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ماوردی اور غزالی کے نزدیک جائز نہیں اور عمرانی کے نزدیک صحیح ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ ہبہ میں یہ اختلاف مرتب ہے قرض کی بیع پر۔ اور یہ ہے قرض کا بیچنا اس کے ہاتھ جو مقروض نہیں۔

44 Al-Marghīnānī, *al-Hidāyah*, 3:198.

45 Ibn al-Mundhir, *al-Ishrāf* (Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyyah, n.d.), 7:85.

46 Ibn Ḥağar, *Fatḥ al-Bārī*, 5:224.

خلاصہ بحث

مختصراً یہ کہ عطیات اور تحائف نہ صرف انسانی مثبت معاشرتی جذبات کی ترجمانی کرتی ہے بلکہ معاشرتی تعلقات کی برقراری اور ترقی کی سبب اور ذریعہ بھی ہے،خاص کر جب ان تحائف اور عطیات میں اچھے نیتیں ،جذبات اور سنت نبوی ﷺ کے طریقے کارفرما ہوں، مسلمان معاشرے کے لئے زندگی کی ہر موقع پر خواہ وہ موقع خوشی کا ہو یا غم کا، سنت نبوی ﷺ کے اپنانے میں کامیابی اور نجات ہے تحائف اور عطیات میں جتنی زیادہ آداب اور خلوص کا خیال رکھا جائے اتنا ہی زیادہ مثبت نتائج برآمد ہونگے،اور خاص کر جو اصول اور آداب احادیث مبارکہ سے مستنبط کئے گئے ہوں۔ تحائف اور عطیات انسانوں کی نہ صرف بنیادی نفسیاتی جذبات کی ترجمانی کرتی ہے بلکہ یہ انسان کی معاشرتی ،مذہبی ،ثقافتی اور معاشی پہلو میں بھی بہت کارآمد اور مفید ثابت ہوتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Bibliography / کتابیات

* Al-Farāhīdī, Khalīl ibn Aḥmad, *al-ʿAyn* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, n.d.).
* Al-ʿAynī, Badr al-Dīn Maḥmūd, *ʿUmdat al-Qārī* (Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, n.d.).
* Ibn al-Humām, Kamāl al-Dīn Muḥammad ibn ʿAbd al-Wāḥid al-Siwāsī, *Fatḥ al-Qadīr* (Beirut: Dār al-Fikr, n.d.).
* Al-Dihlawī, ʿAbd al-Ḥaqq, *Ghuniyat al-Qārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, n.d.).
* Al-Qazwīnī, Muḥammad ibn Yazīd, *Sunan Ibn Mājah* (Beirut: Dār al-Fikr, n.d.).
* Al-Dhahabī, Shams al-Dīn, *Siyar Aʿlām al-Nubalāʾ* (Beirut: Muʾassasat al-Risālah, n.d.).
* Ibn Saʿd, Muḥammad ibn Saʿd, *al-Ṭabaqāt al-Kubrā* (Beirut: Dār Ṣādir, n.d.).
* Al-Kalābādhī, Abū Bakr, *Rijāl Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, n.d.).
* Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, *al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ* (Beirut: Dār Ṭawq al-Najāh, n.d.).